بحث جنازہ کے آگے بلند آواز سے کلمہ یا نعت پڑھنا

بعض جگہ رسم ہے کہ جب میت کو قبرستان لے جاتے ہیں تو اس کے آگے باآواز بلند کلمہ طیبہ سب مل کر پڑھتے جاتے ہیں یا نعت شریف پڑھتے ہیں مجھ کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو بھی منع کرتا ہوگا۔ مگر پنجاب میں آ کر معلوم ہوا کہ دیوبندی اس کو بھی بدعت وحرام کہتے ہیں۔ اس قدر ظاہر مسئلہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر بعض احباب نے مجبور فرمایا تو کچھ بطور اختصار عرض کرنا پڑا اس بحث کے بھی دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات وجوابات میں: وما تو فیقی الا باللہ العلی العظیمo

پہلا باب

جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ یا نعت خوانی کا ثبوت

جنازے کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح وتہلیل یا درود شریف یا نعت شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز اور میت وحاضرین کو مفید ہے اس پر قرآنی آیات واحادیث صحیحہ واقوال فقہا شاہد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

الذین یذکرون اللہ قیٰما وقعودا و علٰی جنوبھمo (آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔

اس کی شرح تفسیر روح البیان میں ہے:

ای یذکرونہٗ دائما علی الحالات کلھا قائمین وقائدین ومضطجعین فان الانسان لایخلوعن ھٰذہٖ الھیئات غالباًo

ترجمہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں ہمیشہ کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر الٰہی کرتے ہیں کیونکہ انسان اکثر ان حالات سے خالی نہیں ہوتا۔

تفسیر ابوالسعود میں اسی کے ماتحت ہے:

والمراد تعمیم الذکر للا وقات وتخصیص الاحوال المذکورۃ بالذکر لیس لتخصیص

الذکر بها بل لانها الا هو ال المعهودة التی لایخلوا عنها الانسانo

ترجمہ: قریب قریب وہی ہے جو اوپر کیا گیا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

المراد کون الانسان دائم الذکر لربہٖ فان الاحوال لیست الا هٰذه الثلثة ثم لما وصفهم بکونهم ذٰکرین فیها کان ذٰلك دلیلا علٰی کونهم مواظبین علی الذکر غیر فاترین عنهo

ترجمہ: اس کا ترجمہ بھی وہ ہے جو گزر چکا ہے۔ ابن عدی نے کامل میں اور امام زیلعی نے نصب الرایہ لتخریج احادیث الہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل میں لکھا ہے:

عن ابن عمر قال لم یکن یسمع من رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یمشی خلف الجنازة الا قول لا اله الا الله مبدیا وراجعاo

ترجمہ: اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو۔ پھر بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ تحذیر المختار علی رد المختار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۳ پر ہے:

ولکن قد اعتاد الناس کثرة الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم ورفع اصواتهم بذٰلك وهم ان منعوا ابت نفوسهم عن السکوت والتفکر فیقعون فی کلام دنیوی وربما وقعوا فی عیبہٖ وانکار المنکر اذا قضٰی الٰی ماهو اعظم منکرا کان ترکہٗ احب لانہٗ ارتکاب باخف المضرتین کماهو القاعدة الشرعیةo

اس آیت اور ان تفاسیر کی عبارات واحادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ہر حال میں ذکر الٰہی کرنے کی اجازت ہے اور ہر طرح بلند آواز سے ہو یا آہستہ کرنے کی اجازت ہے۔ اب کسی موقع پر کسی ذکر سے ممانعت کرنے کے لیے کم ازکم حدیث مشہور کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث واحد اور قیاس مجتہد سے قرآنی عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا۔ فقہاء تو بحالت جنابت و بحالت حیض بھی تلاوت قرآن کے علاوہ تمام ذکروں کو جائز فرماتے ہیں اور اگر قرآنی آیت بھی بغیر قصد تلاوت پڑھے تو جائز ہے۔ (دیکھو عام کتب فقہ) تو جبکہ میت کو قبرستان لے جا رہے ہیں یہ بھی ایک حالت ہی ہے اس حالت میں بھی ہر طرح ذکر الٰہی جل جلالہٗ جائز ہوا۔ قرآن فرماتا ہے:

جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔

اس کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں:

فالمومنون یستانسون بالقراٰن وذکر اللہ الذی ھو الاسم الاعظم ویحبون استماعھا والکفار یفرحون بالدنیا و یستبشرون بذکر غیر اللہo

ترجمہ: پس قرآن سے اوراللہ کے ذکر سے (جو کہ اسم اعظم ہے) مسلمان انس لیتے ہیں اوراس کوسننا چاہتے ہیں اورکفار دنیا سے خوش ہوتے ہیں اورذکر غیراللہ سے سرور پاتے ہیں۔

اس آیت اورتفسیری عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر مسلمان کی خوشی وفرحت کا باعث ہے۔مگر کفار اس سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔بحمداللہ میت بھی مسلمان ہے اورسب حاضرین بھی۔سب کو ہی اس سے خوشی ہوگی۔نیز میت کواس وقت اپنے اہل وعیال سے چھوٹنے کا غم ہے یہ ذکر اس غم کو دور کریگا۔خیال رہے کہ اس آیت میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو یا بلند آواز سے۔لہٰذا ہرطرح جائز ہوامحض اپنی رائے سے اس میں قید نہیں لگا سکتے۔منتخب کنزالعمال جلد ہشتم صفحہ ۹۹ میں براویت حضرت انس ہے:

اکثر وافی الجنازۃ قول لا الہ الا اللہo (جنازے میں لاالہ الااللہ کلمے کی کثرت کیا کرو)۔

مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکراللہ میں ہے:

ان اللہ ملٓئکۃ یطرفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الیٰ حاجتکم قال فیحفو لھم باجنحتھمo

ترجمہ: ''اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں ذکراللہ کرنے والوں کوتلاش کرتے ہیں پس جب کسی قوم کو ذکر الٰہی کرتے ہوئے پاتے ہیں۔تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ اپنے مقصد کی طرف پھران ذاکرین کو پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں۔(الخ)''

لہٰذا اگر میت کے ساتھ لوگ ذکراللہ کرتے ہوئے جائیں گے تو ملائکہ راستے ہی میں ملیں گے۔اوران سب کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیں گے۔میت بھی ملائکہ کے پروں کے سایہ میں قبرستان تک جاوے گا۔خیال رہے کہ اس حدیث میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو یا بلند آواز سے۔مشکوٰۃ اسی باب میں ہے:

اذا مرتھم بریاض الجنۃ فارتعو ا قالو ا وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکرo

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ کھا لیا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر میت کے ساتھ ذکر الٰہی ہوتا ہوا جاوے تو میت جنت کے باغ میں قبرستان تک جاویگا۔خیال رہے کہ یہاں بھی ذکر مطلق ہے۔آہستہ ہو یا بلند آواز سے اسی مشکوٰۃ میں اسی باب میں ہے کہ:

الشیطٰن جاثم علٰی قلب ابن اٰدم فاذا ذکر اللہ خنس ٥

ترجمہ: شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے۔تو ہٹ جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر میت کو لے جاتے وقت ذکر اللہ کیا جاوے گا تو شیطان سے میت کو امن رہے گی یہاں بھی ذکر میں آہستہ یا بلند آواز کی کوئی قید نہیں۔ یہاں تک تو جنازہ کے آگے ذکر بالجہر کو دلالۃ ثابت کیا گیا۔اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں جن میں اس کی تصریح ملتی ہے۔حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے متعلق تحقیق فرماتے ہیں کہ جن فقہاء نے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو منع فرمایا ہے وہ کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے یا کراہت تحریمی کی بنا پر۔پھر فرماتے ہیں:

لیکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم قدام الجنازۃ وخلفھا لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلۃ والظلمۃ وزطالۃ صداء القلوب وقسوتھا یحب الدنیا ورپاستھا٥

ترجمہ: یعنی بعض مشائخ عظام نے جنازے کے آگے اور پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز فرمایا تا کہ اس سے میت اور زندوں کو تلقین ہو اور غافلوں کے دلوں سے غفلت اور سختی اور دنیا کی محبت دور ہو۔

لہ اقع الانوار القدسیہ فی بیان العھود المحمدیہ میں قطب ربانی امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انھم لایترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان تامرھم بقول لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فان ذٰلك افضل من ترکہٖ ولا ینبغی للفقیہ ان ینکر ذٰلك الا بنص او اجماع فان للمسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الٰہ اللا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاء واللہ العجب من عمٰی قلب من ینکر مثل ھٰذا٥

ترجمہ: حضرت علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب معلوم ہو کہ جنازہ کے ساتھ جانے والے

بیہودہ باتیں نہیں چھوڑتے اور دنیاوی حالات میں مشغول ہیں تو مناسب ہے کہ ان کو کلمہ پڑھنے کا حکم دیں۔ کیونکہ یہ کلمہ پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے اور فقیہ عالم کو مناسب نہیں کہ اس کا انکار کرے مگر یا تو نص سے یا مسلمانوں کے اجماع سے۔ اس لیے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے کا اذن عام ہے جس وقت بھی چاہیں۔ اور سخت تعجب ہے، اس اندھے دل سے جو اس کا انکار کرے۔

امام شعرانی اپنی کتاب عہود المشائخ میں فرماتے ہیں:

ولا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعها المسلمون علٰی جهة القربة وروأهٗ حسنا لاسیما ماکان متعلقا بالله ورسولهٖ کقول الناس امام الجنازة لآ الا الله محمد رسول الله اوقرائة احد القراٰن امامها ونحوذٰلك فمن حرم ذٰلك فهو قاصر عن فهم الشریعةo

ترجمہ: ہم اپنے بھائیوں میں سے کسی کو یہ موقع نہ دیں گے کہ کسی ایسی چیز کا انکار کرے جس کو مسلمانوں نے ثواب سمجھ کر نکالا ہو اور اس کو اچھا سمجھا ہو خصوصاً وہ جو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق ہو جیسے کہ لوگوں کا جنازے کے آگے کلمہ طیبہ پڑھنا یا جنازے کے آگے کسی کا قرآن کریم وغیرہ پڑھنا جو شخص اس کو حرام کہے وہ شریعت کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

وکلمة لآ الٰه الا الله محمد رسول الله اکبر الحسنا فکیف یمنع منها وتامل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازة تجدهم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبهم غافل عن جمیع ما وقع لهٗ بل رایت منهم من یضحك واذا تعارض عندنا مثل ذٰلك وکون ذٰلك لم یکن فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم قدمنا ذکر الله عزوجل بل کل حدیث لغو اولیٰ من حدیث ابناء الدنیا فی الجنازة فلو صاح کل من فی الجنازة لا الٰه اللا الله محمد رسول الله فلا اعتراضo

ترجمہ: یعنی کلمہ لا الٰہ اللا اللہ محمد رسول اللہ تمام نیکیوں میں بہتر نیکی ہے پس اس سے کیوں منع کیا جاسکتا ہے اگر تم آج کل کے لوگوں کی غالب حالت میں غور کرو تو تم ان کو جنازے کے ساتھ ساتھ دنیاوی قصوں میں مشغول پاؤ گے ان کے دل میت سے عبرت نہیں پکڑتے اور جو کچھ ہو چکا اس سے غافل

ہیں۔ بلکہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا اور جب لوگوں کا اس زمانہ میں ایسا حال ہے تو ہم کو اس پر عمل کرکے کہ یہ کلمہ پہلے زمانہ میں میت کے ساتھ پکار کر نہیں پڑھا جاتا تھا، اس کے ناجائز ہونے کا حکم دینا درست نہیں بلکہ اس کے جائز ہونے ہی کا حکم کرنا چاہیے۔ بلکہ دنیا داروں کی باتوں سے ہر بات جنازے میں بہتر ہے پس اگر تمام لوگ بلند آواز سے جنازے کے ہمراہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ اگر بلند آواز سے ذکر کیا جاوے تو جائز ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ عوام میت کے ساتھ ہنستے ہوئے دنیاوی باتیں کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ اب تو بہت ہی بہتر ہے کہ ان سب کو ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا جاوے کہ ذکر الٰہی دنیاوی باتوں سے افضل ہے۔

دوسرا باب

اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات میں

اس پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاءاللہ اس سے زیادہ نہ ملیں گے۔

اعتراض ۱: جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو فقہاء منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ عالمگیری جلد اول کتاب الجنائز فصل فی حمل الجنازہ میں ہے:

وعلیٰ متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقرائۃ القراٰن فان ارادان یذکراللہ یذکرہٗ فی نفسہٖ کذافی○

ترجمہ: جنازے کے ساتھ جانیوالوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہیں تو اپنے دل میں کریں۔

فتاویٰ سراجیہ باب حمل الجنازۃ میں ہے:

ویکرہ النیاح والصوت خلف الجنازۃ وفی منزل المیت رفع الصوت بالذکر و قراءۃ القراٰن وقولھم کل حی یموت ونحو ذٰلک خلف الجنازۃ بدعۃ○

ترجمہ: جنازے کے پیچھے اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا، آواز نکالنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا، قرآن

پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے پیچھے یہ کہتے جانا کہ ہر زندہ مرے گا بدعت ہے۔

درمختار جلد اول کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت میں ہے:

کما کرہ فیھا رفع صوت بذکر اوقراء ۃ o

ترجمہ: جیسے کہ جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا یا قراءت کرنا مکروہ ہے۔

اس کے ماتحت شامی میں ہے:

قلت و اذاکان ھذا فی الدعاء فما ظنك بالغناء الحادث فی ھذا الزمانo

ترجمہ: جب کہ دعا میں اس قدر سختی ہے تو اس گانے کا کیا حال ہے جو اس زمانہ میں پیدا ہو گیا ہے۔

ابن منذر نے اشراف میں نقل کیا کہ:

قال قیس ابن عبادۃ کان اصحٰب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون رفع الصوت عند ثلٰث عند القتال وفی الجنازۃ وفی الذکرo

''یعنی صحابہ کرام جہاد، جنازہ، ذکر میں بلند آواز کو ناپسند کرتے تھے۔ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ میت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے۔خصوصاً وہ گانا جس کو آج کل نعت خوانی کہتے ہیں وہ تو بہت ہی برا ہے۔ (مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے)۔

جواب: فقہاء کی ان عبارات میں چند طرح گفتگو ہے: اولاً یہ کہ انہوں نے جو میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ لکھا اس سے کراہت تنزیہی مراد ہے یا تحریمی، کراہت تنزیہی جائز میں داخل ہے یعنی اس کا کرنا تو جائز ہے مگر نہ کرنا بہتر، دوسرے یہ کہ یہ حکم اس زمانے کے لیے تھا یا کہ ہر زمانے کے لیے۔ تیسرے یہ کہ مطلقاً بولنا منع ہے یا کہ خاص ذکر بالجہر یا کہ نوحہ وغیرہ۔ چوتھے یہ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا ہر شخص کو منع ہے یا کہ خاص اشخاص کو۔ جب یہ چار باتیں طے ہو جاویں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاویگا۔حق یہ ہے کہ جن فقہاء نے میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ فرمایا، ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ چنانچہ شامی نے اسی منقولہ عبارت کے ساتھ ساتھ فرمایا:

قیل تحریما وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایت وفیہ عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمتo

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔جیسا کہ بحرالرائق میں غایت سے

نقل کیا۔اس بحر میں بروایت غایت ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جاوے اس کو بہتر ہے کہ خاموش رہے۔
جس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا بہتر اور خاموش نہ رہنا بلکہ ذکر بالجہر کرنا بہتر نہیں جائز ہے۔ نیز کراہت تنزیہی اور تحریمی کی پہچان خود علامہ شامی نے مکروہات کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرمائی۔

فرماتے ہیں: شامی جلد اول کتاب الطهارت مطلب تعريف المكروه:

فحينئذ اذا ذكروا مكروها فلا بد من النظر فی دليلهٖ فان كان نهيا ظنيا يحكم بكراهة التحريم الا بصارف النهی عن التحريم الى الندب فان لم يكن الدليل نهيا بل كان مفيد الترك الغير الجازم فهی تنزيهيةo

ترجمہ: جب فقہاء مکروہ فرمادیں تو ضروری ہے کہ کراہت کی دلیل میں نظر کی جاوے اگر اس کی دلیل ظنی ممانعت ہو تو مکروہ تحریمی ہے سوائے کسی مانع کے اور اگر دلیل ممانعت نہ ہو بلکہ غیر ضروری ترک کا فائدہ دے تو کراہت تنزیہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر فقہاء کراہت کی دلیل میں کوئی شرعی ممانعت پیش فرمادیں تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی۔اور جن فقہاء نے بھی اس ذکر بالجہر کو منع کیا ہے کوئی ممانعت کی حدیث یا آیت پیش نہیں کی۔صرف شامی نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

انهٗ لا يحب المعتدينo (اعراف:۵۵)

ترجمہ: اللہ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

جس کا ترجمہ فرمایا:

ای المجاهرين بالدعاءo

ترجمہ: یعنی بلند آواز سے دعا کرنے والوں کو۔

معلوم ہوا کہ اس کی ممانعت کی کوئی صاف حدیث نہیں ملی۔لہٰذا یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔نیز امام شعرانی نے عہود مشائخ میں اسی ذکر مع الجنازۃ کے لیے فرمایا:

وقدر حج النووی ان الكلام خلاف الاولٰىo

ترجمہ: امام نووی نے اس کو ترجیح دی کہ جنازے کے ساتھ کلام کرنا بہتر نہیں۔

شرح طریقہ محمدیہ نے بیان فرمایا:

وهو يكره علٰى معنٰى انهٗ تارك الاولٰىo

ترجمہ: جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے بایں معنی کہ خلاف اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں۔

بہرحال ماننا پڑے گا کہ جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ ممانعت اس زمانے کے لیے تھی۔ اب اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے حالات بدل گئے یہ حکم کراہت بھی بدل گیا کیونکہ جو بھی جنازے کے ساتھ جاتا تھا، وہ خاموش رہتا تھا، اس سے عبرت پکڑتا تھا، اہل میت کے ساتھ رنج وغم میں شرکت کرتا تھا اور شرعی مدعیٰ بھی یہ ہے کہ میت کے جلوس میں لوگ عبرت حاصل کر لیں ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واذا حملت الى القبور جنازة فاعلم بانك بعدها محمول

''جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے جاؤ تو خیال رکھو کہ ایک دن تم کو بھی اسی طرح لے جایا جائے گا''

اس حالت میں کچھ بھی بات کرنا خلاف حکمت تھا کہ بات کرنے میں دھیان بٹے گا۔ اور دل اور طرف متوجہ ہو جاوے گا۔ لہٰذا فقہاء نے فرمایا کہ اس حالت میں سکوت کرو۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب مايقول الماشى مع الجنازة میں ہے:

والحكمة فيه ظاهرة وهى انهٗ اسكن لخاطرهٖ واجمع لفكرهٖ فيما يتعلق بالجنازة وهو المطلوب فى هٰذا الحالo

مشکوٰۃ باب دفن المیت میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم قبرستان میں میت دفن کرنے کے لیے گئے۔ تیاری قبر میں دیر تھی تو۔

وجلسنا معنهٗ كان علٰى رء وسنا الطيرo

ترجمہ: ہم اس طرح خاموش بیٹھ گئے جیسے کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔

(پرندوں کا شکاری جب جال لگا کر بیٹھتا ہے تو بالکل خاموش رہتا ہے تا کہ آواز سے پرندے اڑ نہ جاویں) اب وہ زمانہ ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے والے دنیاوی باتیں، ہنسی مذاق، مسلمانوں کی غیبتیں کرتے جاتے ہیں۔ اگر قبرستان میں کچھ دیر بیٹھنا پڑے تو خوش گپیاں اڑاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ کچھ کھیل کا مشغلہ کر کے دل بہلاتے ہیں تو ان کو ذکر الٰہی میں مشغول کر دینا ان بیہودہ باتوں سے بہتر ہے۔ لہٰذا اب یہ بھی مستحب ہے کہ میت کے

ساتھ سب لوگ کلمہ وغیرہ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے جاویں۔حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور جو مفتی اپنے اہل زمانہ کی حالت سے بے خبر رہے وہ جاہل ہے۔

امام شعرانی علیہ رحمۃ اللہ اپنی کتاب عہود مشائخ میں فرماتے ہیں:

وانما لم یکن الکلام والقراءۃ والذکر امام الجنازۃ فی عھد السلف لانھم کانوا اذ امات لھم میت اشترکوا کلھم فی الحزن علیہ حتّٰی کان لایعرف قرابۃ المیت من غیرہٖ فکانوا لایقدرون علی النطق الکثیر لما ھم علیہ من ذکر الموت بل خرست السنتھم عن کل کلام فاذا وجدنا جماعۃ بھٰذہ الصفۃ فلك یا اخی علینا ان لانامرھم بقراءۃ ولا ذکرO

ترجمہ: گزشتہ زمانہ میں جنازہ کے آگے بات کرنا،قرآن پڑھنا،ذکر کرنا اس لیے نہ تھا کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا تھا تو سارے شرکاء رنج وغم میں شریک ہو جاتے تھے یہاں تک کہ میت کے اہل قرابت اور غیروں میں فرق نہ رہتا تھا اور اس قدر موت کا دھیان کرتے تھے کہ بولنے پر ان کو قدرت نہ رہتی تھی۔اور ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی تھیں۔اگر ہم آج اس صفت کے لوگ پالیں تو ہم ان کو قرآن پڑھنے اور ذکر کرنے کا حکم نہ دیں گے۔

سبحان اللہ کیا نفیس فیصلہ فرمایا۔کہیے کیا آج کل لوگوں کا یہ حال ہے۔حضرت شیخ عثمان بجیری شرح افتناع کے حاشیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں:

(قولہٗ وکرہ لغظ فی الجنازۃ) قولہٗ لغظ ای رفع صوت ولو بقراٰن او ذکر او صلوٰۃ علی النبی علیہ السلام وھٰذا باعتبار ماکان فی الصدر الاول والا فالاٰن لاباس بذالك لانہٗ شعار المیت لان ترکہٗ مزدریۃ بہٖ ولو قیل بوجوبہٖ لم یبعد کما نقلہٗ المداد بغیO

ترجمہ: یعنی جنازے کے ساتھ شور کرنا مکروہ ہے خواہ یہ شور قرآن خوانی سے ہو یا ذکر اللہ سے یا درود خوانی سے۔یہ حکم اس حالت کے لحاظ سے ہے جو کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں کی تھی۔ورنہ اس زمانہ میں اب اس میں کوئی حرج نہیں۔کیونکہ ذکر بالجہر میت کی علامت ہے اس کے چھوڑنے میں میت کی توہین ہے لہٰذا اس کو اگر ضروری بھی کہا جاوے تو بھی بعید نہیں۔جیسا کہ مدابغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا:

امام شعرانی نے عہود مشائخ میں فرمایا:

فمما احدثه المسلمون واستحسنوه قولهم امام الجنازة لآ اله الا الله محمد رسول الله اووسیلتنا یوم العرض علی الله لآ اله الا الله محمد رسول الله ونحو ذٰلك فمثل هٰذا لایجب انکارهٗ فی هٰذا الزمان لانهم ان لم اشتغلوا بذالك اشتغلوا بحدیث الدنیا و ذالك لان قلبهم فارغ من ذکر الموت بل رایت بعضهم یضحك امام الجنازة ویمزحo

ترجمہ: مسلمانوں نے جس کام کو اچھا سمجھ کر ایجاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنازے کے آگے کہتے ہیں: لآ اله الا الله محمد رسول الله یا یہ کہتے ہیں کہ خدا کے سامنے قیامت کے دن ہمارا وسیلہ یہ ہے: لآ اله الا الله محمد رسول الله یا اسی طرح اور ذکر۔ اس زمانہ میں اس سے منع کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر وہ لوگ اس ذکر میں مشغول نہ ہوئے تو دنیاوی باتیں کریں گے کیونکہ ان کے دل موت کی یاد سے خالی ہیں۔ بلکہ ہم نے تو بعض لوگوں کو جنازے سے آگے ہنستے ہوئے اور مذاق کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ نے جو اپنے زمانہ کا حال بیان فرمایا اس سے بدتر حال آج ہے۔ میں نے بعض جگہ دیکھا کہ قبر میں دیر تھی۔ لوگ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن کر بیٹھ گئے اور باتوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بازار لگا ہوا ہے۔ بعض لوگ زمین پر لکیریں کھینچ کر کنکروں سے کھیلنا چاہتے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر میں نے سب کو جمع کر کے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ لوگوں کو تجہیز وتکفین کے احکام بتائے۔ اس سے یہ ہی بہتر تھا۔

لطیفہ: مخالفین جنازے کے ساتھ ذکر اللہ کرنے کو تو بدعت اور حرام کہتے ہیں۔ مگر باتیں کرنا، کبھی مسائل بیان کرنا، کبھی شرک وبدعت کے فتوے سنانا، لوگوں کے آپس میں ہنسی مذاق کرنے کو نہ منع کرتے ہیں نہ اس کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء بالکل خاموش رہنے کا حکم دیتے ہیں جیسا کہ اس اعتراض میں نقل کی ہوئی عبارات سے معلوم ہوا۔ یہ الٹی گنگا کیوں بہہ رہی ہے کہ کلام، سلام، ہنسی، مذاق، وعظ وفتاویٰ تو سب جائز۔ حرام ہے تو ذکر اللہ، خدا سمجھ دے۔

نوٹ ضروری: شاید کوئی کہے کہ اسلامی احکام تو کبھی بدلتے نہیں، پھر یہ تبدیلی کیسی؟ اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جو احکام کسی علت کے بدلنے سے بدل جائیں گے۔ جیسے کہ اول زمانہ میں نماز پڑھانے، تعلیم قرآن دینے وغیرہ پر اجرت لینا حرام تھی۔ اب جائز ہے۔ اسی طرح مقابر اولیاء اللہ پر چادریں ڈالنا اب ضرورۃ زمانہ کے لحاظ سے جائز ہیں۔ اسی طرح ماہ رمضان میں ختم قرآن پر دعائیں مانگنا جائز قرار دی گئیں۔ قرآن پاک میں آیات اور رکوع اور سورتوں کے نام لکھنا زمانہ سلف میں نہ تھا لیکن اب عوام کے فائدے کا لحاظ کر کے جائز قرار دیا گیا۔ عالمگیری کتاب

الکراہیت باب آداب المصحف میں ہے:

لا باس لکتابة اسامی السور وعد الآی وهو وان کان احداثا فهو بدعة حسنة و کم من شی ءِ کان احداثا وهو حسن و کم من شیءِ یختلف باختلاف الزمان و المکانo

ترجمہ: سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں حرج نہیں، یہ اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے۔ اور بہت سی چیزیں بدعت ہیں لیکن اچھی ہیں۔ اور بہت سی چیزیں زمانہ اور ملک کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

اس کی بہت تفصیلی ہم پہلی بحثوں میں کر چکے ہیں۔ تیسرے یہ کہ کاٹھیاواڑ وغیرہ میں میت کے آگے اس طرح نعت شریف پڑھتے ہیں کہ سننے والے جان لیتے ہیں کہ کسی کا جنازہ جا رہا ہے۔ لہٰذا گھروں میں جو ہوتے ہیں وہ بھی نماز جنازہ کے لیے نکل آتے ہیں۔ تو یہ نعت خوانی میت کا اعلان بھی ہوا اور جنازے کا اعلان کرنا اس نیت سے کہ لوگ نماز جنازے یا دفن میں شرکت کر لیں، جائز ہے۔

چنانچہ درمختار دفن میت کی بحث میں ہے:

ولا باس بنقلهٖ قبل دفنهٖ و بالا علام بموتهٖ وبارثائهٖ بشعر او غیرهٖo

ترجمہ: یعنی میت کو دفن کرنے سے پہلے اس کو منتقل کرنا اس کے جنازے کا اعلان کرنا، میت کا مرثیہ پڑھنا خواہ اشعار میں ہو یا اس کے سوا جائز ہے۔

اس کی شرح شامی میں ہے:

ای اعلام بعضهم بعضا لیقضوا حقهٗ حداية و کره بعضهم ان ینادیٰ علیه فی الازقة و الا سواق والا صح انهٗ لایکره اذا لم یکن معهٗ تنوية بذکرهٖo

ترجمہ: یعنی جائز ہے کہ بعض لوگ بعض کو خبر دیں تا کہ لوگ اس میت کے حق کو ادا کریں اور بعض لوگوں نے مکروہ جانا ہے یہ کہ گلی کوچوں اور بازاروں میں اس کا اعلان کیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اعلان مکروہ نہیں ہے جبکہ اس اعلان میں میت کی زیادہ تعریف نہ ہو۔

جبکہ اعلان جنازہ کے لیے میت کا مرثیہ یا میت کے نام کا اعلان جائز ہے۔ تو اعلان جنازہ کی نیت سے نعت شریف یا کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا کیوں حرام ہے؟ کہ اس میں جنازے کا اعلان بھی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی نعت بھی۔اس سے معلوم ہوا کہ جس جہر کوفقہاءمنع فرماتے ہیں وہ ذکر بلا فائدہ ہے جبکہ اس سے کوئی فائدہ خاص ہوتو جائز ہے۔اسی لیےعلامہ شامی نے اسی بحث مین تتارخانیہ سےنقل کیا:

واما رفع الصوت عند الجنائز فیحتمل ان المراد منه النوح او الدعآء للمیت بعد ما افتتح الناس الصلوٰة او الا فراط فی مدحهٖ کعادة الجاهلیة بما هو یشبه المحال و اما اصل الثناء علیه فغیره مکروه ٥

ترجمہ: لیکن جنازوں کے پاس بلندآواز کرنااس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مرادنوحہ کرنایامیت کے لیےنمازشروع ہوچکنے کے بعددعا کرنایااس کی تعریف میں مبالغہ کرنا ہےجیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی لیکن میت کی تعریف کرنا یہ مکروہ نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ بے فائدہ بلندآواز کرنا منع ہےاور بافائدہ ذکر کرنا بلاکراہت جائز ہے۔فی زمانہ اس میں بہت سے وہ فائدے ہیں کہ جوعرض کردیے گئے۔چوتھے یہ کہ اس ذکر سے ممانعت خاص اہل علم کو ہے۔اگرعوام مسلمین ذکرکریں تو ان کومنع نہ کیا جاوے۔فقہاءکرام فرماتے ہیں کہ عوام ذکرالٰہی سے نہ روکو کیونکہ وہ پہلے ہی ذکرالٰہی سے بے رغبت ہیں۔اب جس قدرذکرکریں کرنے دو۔درمختار باب الصلوٰۃ العیدین میں ہے:

ولا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قلبلها مطلقا و کذا لایتنفل بعدها فی مصلاها فانهٗ مکروه عند العامة٥

ترجمہ: عیدگاہ کے راستہ میں تکبیر نہ کہےاورنہ عید سے پہلے نفل پڑھےاورنمازعید کے بعدبھی عیدگاہ میں نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ عام فقہاء کےنزدیک مکروہ ہے۔

پھرفرماتے ہیں:

هٰذا للخواص اما العوام فلایمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فی الخیرات٥

ترجمہ: یہ حکم خاص لوگوں کے لیے ہےلیکن عوام کواس سےمنع نہ کیا جاوےنہ تکبیرکہنے سےاورنہ نفل پڑھنے سے کیونکہ ان کی رغبت کارخیر میں کم ہے۔

اس کے ماتحت شامی میں ہے:ای لاسرا ولا جهرا فی التکبیر ”یعنی ان کوآہستہ اور بلندآواز سے تکبیر کہنے سے نہ روکا جاوے“۔نیز ہم ذکر بالجہر کی بحث میں بحوالہ شامی باب العیدین ذکرکرچکے ہیں کہ کسی نے

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ لوگ بازاروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہیں کیا ان کو منع کیا جاوے۔فرمایا کہ نہیں۔ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض موقعوں پر خواص کو کسی خاص ذکر سے منع کیا جاتا ہے لیکن عوام کو روکنے کا حکم نہیں۔اسی لیے فقہاء نے یہ تو فرمادیا کہ جنازہ کے آگے بلند آواز سے ذکر نہ کرو لیکن یہ نہ فرمایا کہ ذکر کرنے والوں کو اس سے روک بھی دو۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً تو یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے۔دوم یہ کہ پہلے زمانہ کے لیے تھی اب یہ حکم بدل گیا کیونکہ علت حکم بدل گئی۔تیسرے یہ کہ چونکہ اس ذکر سے جنازہ کا اعلان ہے۔لہٰذا فائدہ مند ہے جائز ہے۔چوتھے یہ کہ یہ حکم خاص لوگوں کے لیے ہے۔عامۃ المسلمین اگر ذکر الٰہی کریں تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔

اعتراض ۲: جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا ہندوؤں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ چیختے جاتے ہیں۔ ''رام رام ست ہے'' اور تم بھی شور مچاتے ہوئے جاتے ہو۔اور کفار سے مشابہت ناجائز ہے لہٰذا یہ منع ہے۔

جواب: کفار بتوں کا نام پکارتے ہیں۔اور ہم خدائے قدوس کا ذکر کرتے ہیں۔پھر مشابہت کہاں رہی۔کفار بت کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ہم خدا کے نام پر۔کفار گنگا سے گنگا کا پانی لے کر آتے ہیں۔ہم مکہ معظّمہ سے آب زمزم لاتے ہیں۔یہ مشابہت نہ ہوئی نیز جو کام کہ کفار کے قومی یا مذہبی نشان بن گئے ہوں۔ان میں مشابہت کرنا منع ہے نہ کہ ہر کام میں۔اگر کافر بھی اپنے جنازوں کے آگے کلمہ پڑھنے لگیں تو شوق سے پڑھیں یہ اچھا کام ہے اور اچھے کام میں مشابہت بری نہیں ہوتی۔

اعتراض ۳: راستہ میں کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا بے ادبی ہے کیونکہ وہاں گندگی وغیرہ ہوتی ہے۔لہٰذا یہ منع ہے۔

جواب: یہ اعتراض محض لغو ہے۔فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ راستوں میں چلتے ہوئے ذکر جائز ہے۔ ہاں جو جگہ نجاست ڈالنے کے لیے بنائی گئی ہو وہاں ذکر بالجہر منع ہے جیسے کہ پاخانہ یا کوڑا (روڑی) شامی بحث قرأت عندالمیت میں ہے:

وفی القنیۃ لا باس بالقراء ۃ راکبا او ماشیا اذا لم یکن ذٰلک الموضع معدا للنجاسۃ ہ

ترجمہ: سوار یا پیدل چلتے ہوئے قرآن پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ وہ جگہ نجاست کے لیے نہ بنائی گئی ہو۔ قرآن بغل میں لے کر راستہ سے گزرنا جائز ہے اور پاخانہ میں لے جانا منع ہے۔نیز بقرعید کے دن حکم ہے کہ عیدگاہ کے راستے میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہتا ہوا جاوے۔درمختار باب صلوٰۃ العیدین میں ہے:

ویکبر جهرا اتفاقا فی الطریقo

ترجمہ: راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہے۔

حالانکہ راستے میں نجاست وغیرہ ہوتی ہے۔اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ حمام میں تسبیح وتہلیل بلند آواز سے جائز ہے۔حالانکہ وہاں اکثر گندگی ہوتی ہے۔عالمگیری کتاب الکراہیت باب الصلوٰۃ والتسبیح میں اور عمدۃ الابرار مجموع النوازل' خانیہ' سراجیہ' ملتقط تجنیس وغیرہ میں ہے:

واما التسبیح والتهلیل لاباس بذٰلك وان رفع صوتهٗo

ترجمہ: یعنی حمام میں تسبیح وتہلیل بلند آواز سے بھی جائز ہے۔

اعتراض۴: جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنے میں گھر کی عورتیں اور بچے ڈر جاتے ہیں۔کیونکہ ان کو موت یاد آجاتی ہے۔جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو جاتے ہیں۔لہٰذا بقاعدۂ طبی بھی یہ منع ہونا چاہے۔

جواب: قرآن فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوبo (الرعد:۲۸)

ترجمہ: اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں۔

مسلمانوں کو تو اس سے چین اور راحت ہوتی ہے۔ہاں کفار ڈرتے ہوں گے۔ان کو ڈرنے دو کفار تو اذان سے بھی ڈرتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے اذان بند کی جاوے گی۔ہاں اگر کسی حاذق طبیب نے لکھا ہو کہ کلمہ طیبہ کی آواز وبا کے اسباب میں سے ہے تو پیش کیا جاوے لیکن وہ طبیب مسلمان اور حاذق ہو۔کوئی دیوبندی یا کہ وہمی طبیب نہ ہو وہمی باتوں کا اعتبار نہیں۔ثابت ہوا کہ میت کے آگے بلند آواز سے ذکر بہت بہتر اور باعث برکت ہے۔مخالفین کے پاس بجز غلط فہمی کے اور کوئی اعتراض قوی نہیں۔والحمد للہ علیٰ ذٰلك۔

خاتمہ کتاب

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب تک جس قدر مسائل میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں ان کی تحقیق کر دی گئی لیکن ان مسائل مذکورہ میں بہت سے مسائل وہ ہیں جن پر ایمان کا دارومدار نہیں صرف کراہت اور استحباب میں ہی اختلاف ہے جن مسائل کی بنا پر عرب وعجم کے علماء نے دیوبندیوں کو کافر کہا وہ ان کے خلاف اسلامی عقائد ہیں۔ہم مسلمانوں کی واقفیت کے لیے ان عقائد کی فہرست پیش کرتے ہیں اور ہر ایک کے مقابل اسلامی عقیدہ بھی بیان کرتے ہیں اور ہم

نے اس فہرست مین ان کا جوعقیدہ بیان کیا ہے۔وہ ان کی کتابوں میں چھپا ہوا موجود ہے اگر کوئی صاحب غلط ثابت کریں تو وہ انعام کے مستحق ہیں بعض صاحبوں کا اصرار تھا کہ ان عقائد باطلہ کی تردید بھی کردی جاوے مگر اس وقت کاغذ دستیاب نہیں ہوتا۔لہٰذا ہم انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد تیار کریں گے جس میں ان عقائد سے ہی بحث ہوگی۔ فی الحال صرف فہرست پیش کرتے ہیں۔

دیوبندی عقائد	اسلامی عقائد
(۱)خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (مسئلہ امکان کذب) (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی جہد المقل مصنفہ محمود حسن صاحب)	جھوٹ بولنا عیب ہے جیسے کہ چوری یا زنا کرنا وغیرہ اور رب تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے: ومن اصدق من اللہ حدیثا o (النساء:۸۷) نیز خدا کی صفات واجب ہیں نہ کہ ممکن لہٰذا خدا کے لیے سکنا کہنا بے دینی ہے۔
(۲)اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرے۔کسی ولی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی۔ (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)	خدائے پاک ہر وقت عالم الغیب ہے اس کا علم اس کی صفت ہے اور واجب ہے جب چاہے تب معلوم کریگا مطلب یہ ہوا کہ نہ چاہے تو جاہل رہے یہ کفر ہے۔خدا کے صفات خدا کے اختیار میں نہیں وہ واجب ہے نیز رب نے اپنے محبوبوں کو بھی علم غیبیہ عطا کیے(قرآن کریم)
(۳)خدا تعالیٰ کو جگہ اور زمانہ اور مرکب ہونے اور ماہیت سے پاک ماننا بدعت ہے۔ (ایضاح الحق مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)	خدائے قدوس جگہ اور زمانہ اور ترکیب و ماہیت سے پاک ہے نہ وہ کسی جگہ میں رہتا ہے نہ اس کی عمر ہے نہ وہ اجزا سے بنا ہے اس کو دیوبندیوں نے بھی بے خبری میں کفر لکھ دیا۔ (کتب علم کلام)

(۴) خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی۔ جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے۔ بلغتہ الحیران صفحہ ۱۵۷ زیر آیت الا علی اللہ رزقھا ویعلم مستقرھا و مستودعھا کل فی کتٰب مبین ○ (ھود:۶)	خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اس کا علم واجب اور قدیم ہے جو ایک آن کے لیے کسی چیز سے اس کو بے علم مانے بے دین ہے۔ (عام کتب عقائد) دیوبندی خدا کے علم غیب کے بھی منکر ہیں تو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا انکار کریں تو کیا تعجب ہے؟
(۵) خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ آپ اصلی نبی ہیں باقی عارضی۔ لہٰذا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور بھی نبی آجاویں تو بھی خاتمیت میں فرق نہ آویگا (تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔	خاتم النبیین کے یہ ہی معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ ظہور یا بعد میں کسی اصلی، بروزی، مراقی، مذاقی کا نبی بننا محال بالذات ہے۔ اسی معنی پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہ ہی معنی حدیث نے بیان فرمائے جو اس معنی کا انکار کرے وہ مرتد ہے۔ (جیسے کہ قادیانی اور دیوبندی)
(۶) اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)	کوئی غیر نبی خواہ ولی ہو یا غوث یا صحابی، کسی کمال علمی و عملی میں نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ غیر صحابی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ صحابی کا کچھ جو خیرات کرنا ہمارے صدہا من سونا خیرات کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ (حدیث)

(۷)حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثل ونظیر ممکن ہے۔ (یکروزی مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ۱۴۴)	رب تعالیٰ بے مثل خالق ہے اور اس کے محبوب بے مثل بندے وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ہیں۔ان اوصاف کی وجہ سے آپ کا مثل محال بالذات ہے (دیکھو رسالہ امتناع النظیر مصنفہ مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی)
(۸)حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب وتقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الفاظ عام سے پکارنا حرام ہے ۔اور اگر بہ نیت حقارت ہو تو کفر ہے۔(قرآن کریم) یارسول اللہ، یاحبیب اللہ کہنا ضروری ہے۔

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شدبے ادبی است

(۹)شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے۔(براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد)	جو شخص کسی مخلوق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ علم مانے وہ کافر ہے (دیکھو شفا شریف) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق الٰہی میں بڑے عالم ہیں۔
(۱۰)حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے۔ (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب)	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی وصف پاک کو ادنیٰ چیزوں سے تشبیہ دینا یا ان کے برابر بتانا صریح توہین ہے اور یہ کفر ہے۔
(۱۱)حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اردو بولنا مدرسہ دیوبند سے آگیا (براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد صاحب)	رب تعالیٰ نے ساری زبانیں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم فرمائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو جو کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ زبان فلاں مدرسہ سے آئی وہ بے دین ہے۔

(۱۲)ہر چھوٹا بڑا مخلوق (نبی اور غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔(تقویۃ الایمان مصنفہ اسمٰعیل صاحب)	رب تعالیٰ فرماتا ہے: وکان عند اللہ وجیھا o (احزاب:۶۹) پھر فرماتا ہے: للہ العزۃ ولرسولہٖ و للمومنین o (منافقون:۸) جو نبی کو خدا کے سامنے ذلیل جانے وہ خود چمار ہے ذلیل ہے۔
(۱۳)نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔(صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)	جس نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا خیال نہ ہو وہ نماز ہی نامقبول ہے اسی لیے التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کرتے ہیں۔ وہ بھی کوئی نماز ہے یا رنہ ہونماز ہو(دیکھو بحث حاضر و ناظر)
(۱۴)میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے آپ پل صراط پر لے گئے اور کچھ آگے جا کر دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گرے جا رہے ہیں تو میں نے حضور کو گرنے سے روکا(بلغۃ الحیران، مبشرات مصنفہ مولوی حسین علی شاگرد مولوی رشید احمد)	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض غلام پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ اور پل صراط پر پھسلنے والے لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد سے سنبھل سکیں گے۔ آپ دعا فرمائیں گے: رب سلم (حدیث) جو کہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پل صراط پر گرنے سے بچایا وہ بے ایمان ہے۔

(۱۵) مولوی اشرفعلی صاحب نے بڑھاپے میں ایک کمسن شاگردنی سے نکاح کیا۔ اس نکاح سے پہلے ان کے کسی مرید نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اشرفعلی کے گھر عائشہ صدیقہ آنے والی ہیں جس کی تعبیر مولوی اشرفعلی صاحب نے یہ کی کہ کوئی کمسن عورت میرے ہاتھ آوے گی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوا۔ تو آپ کی عمر سات سال کی تھی وہ ہی نسبت یہاں ہے کہ میں بڈھا ہوں اور بیوی لڑکی ہے۔ (رسالہ الامداد) مصنفہ مولوی اشرفعلی صاحب ماہ صفر ۱۳۳۵ہجری)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں (قرآن کریم) خصوصاً صدیقۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ شان ہے کہ دنیا بھر کی مائیں ان کے قدم پاک پر قربان ہوں کوئی کمین آدمی بھی ماں کو خواب میں دیکھ کر جورو سے تعبیر نہ دے گا۔ یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین بلکہ اس جناب کے حق میں صریح گالی ہے اس سے زیادہ اور کیا بے ایمانی اور بے غیرتی ہوسکتی ہے۔ کہ ماں کو جورو سے تعبیر دی جاوے۔

عقائد دیوبندیہ کا یہ ایک نمونہ ہے اگر تمام عقائد بیان کیے جاویں تو اس کے لیے دفتر چاہیے۔ حق یہ ہے کہ رافضیوں اور خارجیوں نے تو صحابہ کرام یا اہل بیت عظام ہی پر تبرا کیا۔ مگر دیوبندیوں کے قلم سے نہ خدا کی ذات بچی نہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نہ صحابہ کرام کی نہ ازواج مطہرات، سب کی اہانت کی گئی اگر کوئی شخص کسی شریف آدمی سے کہے کہ میں نے تمہاری والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس کو بیوی سے تعبیر کیا تو وہ اس کو برداشت نہیں کرسکتا ہم ان کے غلامان غلام اپنی صدیقہ ماں کے لیے یہ باتیں کس طرح برداشت کریں۔ صرف قلم ہاتھ میں ہے اس لیے مسلمانوں کو مطلع کردیتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں یا وہ لوگ ان عقائد سے توبہ کریں۔

میرے شاگرد صاحبزادہ بلند اقبال عزیزی مولوی سید محمود شاہ سلمہ کا اصرار تھا کہ امکان کذب، امکان نظیر، دیوبندیوں کی عبارات کی توضیحوں پر بھی ہم کچھ گفتگو کریں مگر چونکہ اب کاغذ بالکل نہیں ملتا۔ اس لیے دیوبندوں کے صرف عقائد پیش کردیے اور انشاء اللہ اسی کتاب کی دوسری جلد میں ان مذکورہ مسائل کی معرکۃ الآرا تحقیق عرض کریں گے جس سے علمائے دیوبند کی منطق دانی کا بھی انشاء اللہ پتا چل جائے گا۔ اور مولوی حسین احمد صاحب ومولوی مرتضیٰ

حسن صاحب نے جو کچھ توجیہات عبارات کی ہیں ان کی حقیقت بھی معلوم ہو جاوے گی۔ انشاء اللہ ہم اہل سنت پر الزام ہے کہ ہم لوگ پیر پرست ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور اپنے پیروں کو خدا سے ملا دیتے ہیں لہٰذا مشرک ہیں۔ ہم دکھاتے ہیں کہ خود دیوبندی کس درجہ کے پیر پرست ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے پیروں کو کیا سمجھتے ہیں۔ مولوی محمود حسن صاحب نے اپنے شیخ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے۔ ؎

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ کھوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

مولوی رشید احمد صاحب کی قبر تو طور ہوئی اور مولوی محمود حسن صاحب ارنی فرمانے والے موسیٰ ہوئے تو مولوی رشید احمد صاحب رب ہی ہوں گے؟ اس میں تو اپنے شیخ کو رب بتایا۔ اسی مرثیہ میں فرماتے ہیں۔ ؎

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہیے عجب کیا ہے شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

اس میں ان کو صدیق اور فاروق بھی بنایا۔ پھر فرماتے ہیں۔ ؎

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے ماشاء اللہ ایسے حسین ہیں کہ ان کو یوسف ثانی کا لقب دیا گیا۔ ناظرین غور فرمائیں کہ از خدا تا فاروق کون سا درجہ باقی رہا جو کہ رشید احمد صاحب کو نہ دیا گیا۔ تمام مرثیہ ہی قابل دید ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔ ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم!

اس شعر میں مولوی صاحب نے حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے مرشد سے مقابلہ کا چیلنج دیا ہے کہ اے عیسیٰ! علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ نے تو ایک کام ہی کیا۔ یعنی مردوں کو زندہ کرنا۔ مگر میرے رشید احمد نے دو کام کیے، مردوں کو زندہ کیا اور زندہ کو مرنے نہ دیا۔ یعنی اس میں رشید صاحب کو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل بتایا۔

مولوی اشرفعلی صاحب کے ایک مرید نے مولوی صاحب موصوف کو لکھا کہ میں نے خواب کی حالت میں اس طرح کلمہ پڑھا: لآ الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ چاہتا تھا کہ کلمہ صحیح پڑھوں مگر یہ ہی منہ سے نکلتا تھا پھر بیدار ہو گیا۔ تو درود شریف پڑھا تو یوں: اللّٰھم صل علی سیدنا ونبینا و مولنا اشرف علی بیدار ہوں مگر دل بے اختیار ہے۔

اس کا جواب مولوی اشرفعلی صاحب نے یہ دیا کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ

تعالیٰ متبع سنت ہے۔(۲۴ شوال ۱۳۳۵ ہجری ماخوذ از رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ ہجری صفحہ ۳۵) غور کرنا چاہیے کہ مولوی اشرفعلی صاحب کا کلمہ پڑھ لو اوران پر درود پڑھو مگر بے اختیار زبان کا بہانہ کردو، سب جائز ہے۔کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ بے اختیار زبان سے نکل گیا طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ بہانہ کافی مانا گیا۔اوراس کو پیر کے متبع سنت ہونے کی دلیل قرار دیا گیا۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۶ میں ہے کہ حاجی امداداللہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بھاوج اپنے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اوران سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداداللہ کے مہمانوں کا کھانا پکاوے۔اس کے مہمان علماء (یہی دیوبندی) ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا (چشم بدور)

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی صراط مستقیم کے آخر میں اپنے مرشد سید احمد صاحب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ ا کرامور قدسیہ سے بہت بلند اور نادر چیزیں ان کے سامنے پیش کیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا سید احمد صاحب کو حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لکھو کھہا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔اسی صراط مستقیم میں اولیاء کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اوران کو انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے کیونکہ ان کے درمیان بھی من وجہ نبوت کا علاقہ ہے۔اور من وجہ اخوت کا یعنی اولیاء اللہ میں نبوت موجود ہے۔معاذ اللہ کہیے آج تک کسی مرید نے اپنے پیرومرشد کے لیے ایسی تعلیاں نہ کی ہوں گی۔مگر ان حضرات پر فتویٰ شرک ہے نہ حکم کفر نہ یہ قبر پرست کہلائیں۔

جو کچھ عرض کیا گیا نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور ہے نہ اپنی قابلیت دکھانا مقصود۔میں کیا اور میری لیاقت کیا اور قابلیت کیا۔ یہ جو کچھ ہے حضرت مرشدی واستاذی قبلہ عالم حامی دین، ناصر مسلمین مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی دام ظلہم الاقدوس کے در کا صدقہ ہے مقصود صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے دوست ودشمن کو پہچانیں، دولت ایمان کو دینی راہزنوں سے محفوظ رکھیں اور کوشش کریں کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاویں اور جو بھی اس سے فائدہ اٹھائے۔اس فقیر بے نوا کے لیے دعائے حسن خاتمہ کرے۔مولیٰ تعالیٰ اسلام کا بول بالا فرماوے۔

مسلمانوں کوراہ مستقیم پر قائم رکھے اوراس فقیر حقیر کے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کوقبول فرماوے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبك الرء وف الرحیم الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولانا محمد وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمۃٖ وھوا ارحم الرحمین٥

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اشرف او چھانوی بدایونی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات مغربی پاکستان

٦ ذیقعدروز ایمان افروز دوشنبہ مبارکہ ١٣٦١ہجری

اس کتاب کو لکھ چکنے کے بعد حضور امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم کا گرامی نامہ تشریف لا کر باعث عزت افزائی ہو۔جس میں ایک ایمان افروز نہایت باریک علمی نکتہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔اور مجھے حکم ملا کہ وہ کتاب میں لکھ دوں۔میں نہایت فخر سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

''جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں وہ نور ایمانی سے بے بہرہ ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان تو بیان سے بالاتر ہے۔جس چیز کو اس ذات گرامی سے نسبت ہو جاوے اس کی مثل کوئی نہیں ہوسکتا وہ بے مثل ہے۔قرآن فرماتا ہے:

یٰنسآ ءَ النبی لستن کا حدٍ من النسآءِ٥ (احزاب:٣٢)

اے نبی کی بیویو!تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات بے مثل بیویاں ہیں۔

کنتم خیر امۃٍ٥ (آل عمران:١١٠)

اے مسلمانو!تم بہترین امت ہو۔

معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل امت ہے۔مدینہ منورہ بے مثل شہر،قبر انور کی زمین بیمثل زمین،جو پانی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا وہ بے مثل پانی،حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک بے مثل پسینہ غرضکہ جس کو اس ذات کریم سے نسبت ہوگئی وہ بے مثل و بے نظیر ہے تو کیا وجہ ہے کہ منسوب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی یہ ساری بہار ہے وہ بے مثل نہ ہوں۔ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

مریم ازیك نسبت عیسیٰ عزیز   ازسہ نسبت حضرت زھرا عزیز

نور چشم رحمة للعالمین آں امام اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدار ھل اتٰی مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادر آں مرکز پرکار عشق مادر آں قافلہ سالار عشق
رشتہ آئین حق زنجیر پاست پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گرد تربتش گر دیدمے سجدھا برخاك وے پاشیدمے

فاطمہ زہرہ اس لیے افضل ہیں کہ نبی کی لاڈلی ولی کی بیوی، شہیدوں کی ماں ہیں رضی اللہ عنہا سبحان اللہ کیا طرز استدلال ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا:

اللہ کی سر بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن بتاتا ہے کہ ایمان ہیں یہ ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی آله واصحابه وبارك وسلم

احمد یار خاں اوچھانوی عفی عنہ